P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ دو روپے

قیمت فی پرچہ دو آنے

جلد ۸	۱۵ اگست سنہ ۱۹۵۰ع	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۳۰ شوال ۱۳۶۹ ھجری	نمبر ۱۶

کچھ اپنی باتیں

پریم چند سوسایٹی

گذشتہ جولائی میں حیدرآباد کی پریم چند سوسایٹی نے ایک کانفرنس بلائی تھی جسمین ملک کے بعض مشہور ترقی پسند ادیبون نے نمایان حصہ لیا ـ

ملک کے افسانہ نگارون مین عوام کی زندگی سے قریب آنے والے پہلے افسانہ نگار پریم چند ہی تھے، وہ ہمین اردو ادب میں محض رومانیت کے قدیم نقش و نگار سے ہٹا کر عوام کی زندگی کے اون گوشون مین لیے گئے جہان حسن عشق کی لذتون کے بجائے بھوک اور پیاس اور ایک گری ہوئی سماج کی توہم پرستی کی گندگیان اور تلخیان محسوس ہوتی ہیں ـ اسطرح اونہون نے اردو ادب مین افسانہ نگاری کا رخ بدل دیا حیدرآباد کے بعض ادیبون نے شری ایل این گپتا کی سرپرستی مین پریم چند کے نام سے یہ تحریک شروع کی تھی اوسکا آغاز بہت امید افزا تھا لیکن جب حیدرآباد کی فضا مین سیاسی طوفان سے گونجنے لگے اور فرقہ واری کشمکش نے ادب اور ادیبون کی ذہنی زندگی کو بھی آلودہ کر دیا تو اور دوسری تمام تحریکون کی طرح یہ تحریک بھی چند روز کے لئے معطل ہو گئی ـ لیکن پریم چند کے ادب کے گپتا جی جیسے چند پریمی اس تحریک سے لپٹے ہی رہے اور کبھی کبھی اونکے دلون میں یہ ارادہ حرکت کرتا رہا کہ پریم چند سوسایٹی کو سارے ہندستان میں پریم چند کی یادگار بنایا جائے خیال یہ تھا کہ سوسایٹی کی دوسری کانفرنس ہندستان کے کسی مرکزی مقام پر ہو، لیکن بعض مشکلات نے راستہ روکا اور آخرکار دوسری کانفرنس بھی حیدرآباد ہی میں کی گئی ـ اوسکی روئداد ہمارے سامنے ہے اور اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہین کہ کانفرنس کامیاب ہوئی لیکن اس روئداد کا ایک ضروری پہلو واضح نہین ہے، اب اپنی پہلی منزل سے گذر کر سوسایٹی کو آگے قدم بڑھانا چاہئیے اور ہم سمجھتے ہیں کہ سوسایٹی کے کارکنون نے ضرور یہ ارادہ کر لیا ہوگا کہ اب اس تحریک کو سارے ہندستان کی تحریک بنانے کا جو خیال تھا اوسکی تکمیل کی جائے مگر روئداد سے کوئی ایسا پروگرام واضح نہیں ہوتا ہم ہونا بھی چاہئیے ـ

پریم چند کی اس سے بڑی اور اس سے اچھی کوئی یادگار نہیں ہو سکتی کہ اونکی افسانہ نگاری نے جو راستہ ہمیں دکھایا ہے اوس پر ہم تمام ملک کے ادیبوں کو جمع کرلیں - اچھا ہوتا اگر اس منصوبہ کا کوئی پروگرام بھی اس کانفرنس میں طے کرلیا جاتا -

اگر ہم دنیا کی دوسری ترقی پسند اور متمدن قوموں کو دیکھیں جو اپنے ادیبوں اور اہل قلم کی یاد کو تازہ رکھتی ہیں اور ایسی یادگاروں پر اپنے قومی ادب کی بڑی بڑی عمارتیں بناتی ہیں تو یہ بات ہماری سمجھ میں آجائیگی کہ کیوں ہمارے لئے اس آزاد ہندستان میں پریم چند کے نام اور کام کو زندہ رکھنا چاہئے - زندگی کے اس موڑ پر وہ نام ایک نشان راہ ہے -

---

ہلکے ہلکے اشارے

—— صوبوں کی سرکاروں کے سامنے ایک اہم مسئلہ یہ درپیش ہے کہ سرکاری کاغذات میں ناموں کے ساتھ حسب دستور قدیم "مسٹر" لکھا جائے یا اب بدلے ہوئے حالات میں "شری" اور "شریمتی"؟ - ہند سرکار بھی اس مسئلہ کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکی ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اوس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کوئی قاعدہ نہ بنائے اور صوبوں کی سرکاروں کا جسطرح جی چاہے وہ قانون کے ساتھ القاب وآداب لکھیں؟

—— اگر "مسٹر" اور "شری" میں جھگڑا ہے تو پھر کیا ہم یہ تجویز پیش کرنے کی جرات کریں کہ فی الحال "جناب" اور "صاحب" ہی کو جاری رہنے کی اجازت دی جائے! لیکن اندیشہ یہ ہے کہ "جناب" اور "صاحب" کے مقابلہ میں تو بہر حال "مسٹر" کو ترجیح دی جائیگی!

—— انگریزی "کامن ویلتھ" کی زبان ہے اور اردو تو کسی علاقہ کی زبان تسلیم ہی نہیں کی جاتی یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی کہ اوسکا نام ملکی زبانوں کی دستوری فہرست میں رکھنا ہی پڑا - لیکن اس حالت میں بھی جب کسی علاقہ واری زبان اور ہندی کے درمیان کشمکش پیش آئے تو اردو کی آسان صورت "ہندستانی" کو بیچ بچاو کرنے کے لئے موقعہ پر موجود رہنا چاہئے!!

—— کلکتہ کا نیا نام تجویز ہورہا ہے "کلی کتا" بہت خوب! بہت خوب! ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے!

—— ایک معاصر نے یہ لطیفہ سنایا ہے کہ لاہور کے کسی حجام نے اپنی دوکان پر سائن بورڈ لگایا —"دارالمقشرین" — ایک کمہار نے اپنی دوکان کا نام رکھا — "تاجران ظروف گلی"!

—— حیدرآباد بھی اس قسم کی دبیز اور بھاری بھرکم اصطلاحات مین کسی سے پیچھے نہین ہے، وہاں آج تک اندھوں بہروں اور گونگوں کے مدرسہ کا نام "مدرسہ کوروکر وگنگ" ہے! پولس ایکشن کا بھی اس نام پر کوئی اثر نہیں ہوا!

—— "افسوس کی بات ہے کہ ہندی روز بروز مشکل اور بوجھل ہوتی جارہی ہے، رانی بن جانے سے اوسکا جسم اسقدر موٹا ہوتا جاتا ہے کہ اوسکے لئے پلنگ سے اُٹھ کر بازار جانا مشکل ہے - آج کے ہندی اخبار رسالے اور کتابیں اتنی بھیانک سنسکرت آمیز زبان استعمال کر رہی ہیں کہ غیر ہندی دانوں کی بات تو دور رہی خود ہندی دانوں کے لئے بھی وہ عذاب جان بن گئی ہے"

۔۔۔۔اب فرمائیے کہ کسکی مجال ہے کہ یہ الفاظ لکھے؟ یہ لکھت نہ تو مولانا حفظ الرحمن کی ہے نہ نیاز فتحپوری کی اور نہ ہمارے مولانائے دریابادی کی! لکھنے والے مرہٹی رسالے کے اڈیٹر شری یادو جوشی ہیں!

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!!

اپنے دیس کی خبریں

قصبہ بہورو، ضلع بلیا

اسٹوڈنٹس لائبریری کے زیر اہتمام ۱۹ جولائی ۱۹۵۰ء کی شب میں حامیان اردو کا ایک عام جلسہ زیر صدارت جناب عبدالرزاق صاحب رئیس بلوا ہوا۔ حضرت عارف صاحب بلیاوی نے اپنے کلام سے محظوظ فرمایا اور ذیل کی تجویزیں حاضرین نے اتفاق رائے سے منظور کیں۔ خیر بہوروی صاحب نمائندہ خصوصی انجمن ترقی اردو ہند نے زبان کے اہم مسئلے اور انجمن کی پالیسی پر مفصل تبصرہ فرمایا۔

۱۔ یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ماتحت افسروں کو ہدایت کرے کہ اردو تعلیم کے لئے جو سہولتیں حکومت نے بہم پہونچائی ہیں اس پر دیانت داری کے ساتھ عمل کریں۔

۲۔ یہ جلسہ ہندوستان کی واحد اردو کی نمایندہ جماعت انجمن ترقی اردو ہند پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔

مراداباد

انجمن بقائے ادب مراد آباد کی جانب سے ۲۲ جولائی ۵۰ء بروز اتوار یوم اردو منایا گیا اس سلسلہ میں رات کو ۹ بجے ایک عظیم الشان ادبی اجتماع ٹون ہال میں ہوا حاضرین کی تعداد دس بارہ ہزار تھی۔ جلسہ کی صدارت جناب پروفیسر دھرم چند صاحب کرور صدر شعبہ سیاسیات کے۔ جی۔ کے کالج مراداباد نے فرمائی۔

پروفیسر صاحب موصوف نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا "اردو ایسی زبان ہے جسمیں آسانی اور خوبصورتی سے جذبات کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ اردو ہندوستان کی زبانوں میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ زبان ہندو مسلم اتحاد کی نشانی ہے اور آزاد ہندوستان میں اتحاد ضروری ہے۔" اس کے بعد جناب مسعود صاحب لیکچرار مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ طفیل احمد صاحب حیرت نیازی۔ نائب صدر انجمن ہذا اور جناب کرشن چندر صاحب سکریٹہ ناظم انجمن ہذا نے تقاریر فرمائیں۔ جو بہت جامع تھیں نیز رامیش صاحب چندوی نے اپنا مقالہ "اردو پر کیا بیت رہی ہے" پڑھکر سنایا جو بہت پسند کیا گیا اس کے بعد مشاعرہ شروع ہوا جسمیں مقامی شعرا کے علاوہ بیرونی شعرا کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

علامہ صفی لکھنوی کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی میونسپل بورڈ مراداباد اور حکومت یوپی سے مطالبہ کیا گیا کہ ووٹروں کی فہرستیں جو اب تک صرف ہندی میں چھپ رہی ہیں دستور ہند کے بموجب اردو میں بھی شائع کی جائیں۔ یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ سرکاری و نیم سرکاری کالجوں اور اسکولوں کے نصاب میں اختیاری مضامین کی ترتیب اردو پڑھنے والوں کے لئے قابل عمل بنائی جائے۔ اور سرکاری مدرسوں اور اسکولوں میں اردو نصاب اور اسکی تعلیم کی نگرانی کی جائے نیز مالکان پریس سے استدعا کی گئی کہ وہ اردو نصاب کی کتابیں شائع کریں

ٹانڈہ

۲۰ جولائی ۱۹۵۰ء کو ٹانڈہ کے نوجوان ادیبوں اور دوسرے شائقین اُردو کا ایک جلسہ جناب ضیاء الحسن صاحب فاروقی رکن ادارہ اخبار ”مدینہ“ بجنور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دو گھنٹہ کی بحث و تمحیص اور تبادلہ خیالات کے بعد انجمن ترقی اُردو (ہند) کی ایک مقامی شاخ کے قیام کا اعلان کیا گیا شرکاء جلسہ نے جس دلچسپی اور ذوق و شوق کا ثبوت دیا وہ بذات خود اُردو کے روشن مستقبل کا آئینہ دار ہے۔ جلسہ نے مندرجہ ذیل حضرات کو انجمن کا کام متفقہ طور پر سونپ دیا۔

صدر۔ جناب محمد مدنی صاحب
نائب صدر۔ جناب زخمی صاحب
جناب زاہد حسین صاحب کلیم
سکریٹری۔ جناب عبد الرحمان صاحب
نائب سکریٹری۔ جناب حسین احمد صاحب
کمال الدین صاحب
خزانچی۔ مطیع الرحمن صاحب

مدراس

محمد کمال الدین اکبر کمال صاحب معتمد بزم اُردو اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

بزم اُردو مدراس کا چھٹا سالانہ انعامی مشاعرہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۰ء منعقد ہوا جسکی صدارت علامہ ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب پرنسپل پریسیڈنسی کالج مدراس نے فرمائی بزم کی زندگی میں یہ ایک کامیاب ترین مشاعرہ ہے۔ مشاعرہ میں مقامی شعراء حضرت آزاد حضرت عباس حضرت بیخود حضرت حیدر حضرت جمیل، حضرت محبوب، حضرت ابہلی، اور حضرت حاوی وغیرہ کے علاوہ بیرونی شعرا بھی بکثرت شریک تھے۔ مشاعرہ میں تین مقابلہ رکھے گئے (۱) نظم (۲) غزل (۳) مضمون۔ مقابلہ میں تقریباً پچاس شعراء نے شرکت کی۔ اساتذہ کی غزلیں مقابلہ سے مستثنیٰ کی گئیں۔ مشاعرہ صبح کے ساڑھے پانچ بجے ختم ہوا۔ حضرت الحاج مولانا مولوی نذیر حسین صاحب نے مشاعرہ کا افتتاح فرماتے ہوئے کہا کہ اسوقت اُردو کی بقا و ترقی کا مسئلہ جس قدر اہم اور پیچیدہ ہو گیا ہے اسی قدر ہماری ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ حالات حاضرہ کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنی زبان کی بقا اور تحفظ کیلئے سرگرم عمل رہنا چاہئیے۔ اس سلسلہ میں جوش سے کام نہیں نکل سکتا۔ عملی اقدامات بھی ضروری ہیں۔

اس کے بعد میر مشاعرہ حضرت استاذی ڈاکٹر عبدالحق صاحب قبلہ نے مدراس میں اُردو کی تاریخی ارتقا پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ زبانوں کی موت و حیات کے اسباب زیادہ تر داخلی ہوتے ہیں خارجی نہیں اگر فی الحال گردو پیش کے حالات زبان کی ترقی کیلئے مساعد نہیں ہیں تو محبان اُردو کو مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ اس زبان کی چند ایسی خصوصیتیں ہیں جو اسکی بقا کی ضامن ہیں۔

جناب صدر کی تقریر کے بعد بزم کے سالنامہ ”اقبال“ پر تبصروں کے اقتباسات سنائے گئے۔ اس کے بعد طرحی مشاعرہ شروع ہوا۔ مقامی اور بیرونی شعراء نے اپنا اپنا کلام بلاغت نظام سنایا۔ آخر میں بیرونی شعراء کی نظمیں و غزلیں پڑھی گئیں۔ طرحی مشاعرہ کے اختتام پر غیرطرحی مشاعرہ شروع ہوا۔ ججونگی ایک کمیٹی نے منشی محمد فخرالدین الفت اور سعید اللہ ممتاز کو علی الترتیب اول اور دویم کے انعام کا۔ اور نظم کے مقابلہ میں ہاشم صبا اور کاوش بدری کو علی ترتیب اول اور دویم کے انعام کا مستحق قرار دیا۔

مضمون کے مقابلہ کا نتیجہ ایک ہفتہ کے بعد شائع کیا جائیگا۔

پریم چند سوسایٹی (حیدر آباد)

کی دوسری کانفرنس

۸-۹ اور ۱۰ جولائی کو حیدر آباد میں یہہ کانفرنس ہوئی - شریمتی شیو رانی دیوی کو کانفرنس کے صدارت کرنے کی دعوت دی گئی تھی لیکن وہ خرابی صحت کی وجہ سے نہ آسکیں اس لئے ڈاکٹر عبد العلیم نے افتتاحی اجلاس کی صدارت کے فرایض انجام دیئے -

سوسایٹی کی پہلی کانفرنس سنہ ۱۹۴۵ ع میں ہوئی تھی جس کے صدر قاضی عبدالغفار صاحب تھے اور جس کا افتتاح مرحومہ مسز سروجنی نائیڈو نے کیا تھا - اس دفعہ دوسری کانفرنس کا افتتاح شری ایل - این گپتا نے کیا جو درحقیقت سوسایٹی کے بانی اور اُس کی روح ہیں -

دریائے موسی کے کنارے سٹی کالج میں یہہ اجتماع ہوا استقبالیہ کمیٹی کے صدر شری سوریا نے اپنے خطبہ میں کہا کہ پریم چند کا ادب ہندی آردو کی میراث ہے اس لئے کہ آنہوں نے دونوں زبانوں میں لکھا -

شری گپتا جی نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے سوسایٹی کے اغراض و مقاصد کا ذکر کیا اور کہا کہ "ادب کی راہ میں نسل، مذہب، عقاید اور طبقات کی کبھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی - جو کچھہ جھوٹے تعصبات قدیم جاگیر داری، رجعت پسندی اور (سماج کی) تباہ کن قوتوں نے پیدا کئے تھے وہ عوام کی ان ترقی پسند تحریکوں کی پیش قدمی کے مقابلہ میں منہدم ہو رہے ہیں جو ادب اور کلچر اور انسانیت کے میدان میں جاری ہیں - عوام کے ساتھہ سچی وفاداری اور عام انسان اور جمہوریت میں ایک مضبوط اعتقاد ایک مستحکم چٹان ہے جس پر انسانیت کی تحریک تعمیر ہو رہی ہے اور تمام رکاوٹوں سے بچکر تیز اور بہادرانہ پیشقدمی کر رہی ہے" آنہوں نے فرمایا کہ پریم چند سوسایٹی کا مقصد یہہ ہے کہ وہ ہندی آردو اور دوسری زبانوں کے آن اہل علم کا ایک مشترک پلیٹ فارم پیدا کرے جو کلچرل ترقی اور آزادی کے لئے عوامی تحریکوں کی خدمت کرنے کے لئے اپنے کو وقف کر دینا چاہتے ہیں - " شری گپتا جی نے کہا کہ "اب یہہ کام آج کے ادیبوں کا ہے کہ وہ ملک کے نوجیون کی تحریک کی عمارت بنائیں اور نئے زمانہ کا ایسا ادب پیدا کریں جسکی بنیاد پریم چند نے قایم کی تھی " -

ڈاکٹر عبد العلیم نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس زمانہ کے ہندی اور آردو کے ادیبوں کو دعوت دی کہ وہ پریم چند کے ترقی پسند افکار اور آنکی گہری انسانیت دوستی کی مثال کو سامنے رکھیں - زبان کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالعلیم نے کہا کہ تمام علاقہ واری زبانوں کو ترقی کا پورا میدان ملنا چاہئے - ہندی اور آردو ایک ہی زبان کی دو صورتیں ہیں - آنہوں نے آردو کو عربی سے گرانبار کرنے کا جو رحجان حیدرآباد میں تھا اُس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس امر پر زور دیا کہ پریم چند کے جو زبان اپنی آردو اور ہندی تصنیفوں میں استعمال کی ہے اُسی کو اختیار کرنا چاہئے اور اُسی کی ترقی میں کوشش کرنی چاہئے - ڈاکٹر علیم نے ملک کے ادیبوں کو آن امن سوز حالات پر توجہ دلائی جو دنیا میں کوریا کے جھگڑے سے شروع ہوئے ہیں اور کہا کہ ایک اور جنگ عظیم شروع کرنے کی کوشش کی جارہی - اس حالت میں آنہوں نے ملک کے ادیبوں سے اپیل کی کہ وہ امن کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوجائیں اور سامراجی قوتوں کی سازشوں کا مقابلہ کریں -

کانفرنس کے پہلے اجلاس میں ایک قرار داد کے ذریعہ سے مطالبہ کیا گیا کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں پریم چند کے نام سے صحافت کی تعلیم کا ایک شعبہ قایم کیا جائے -

دوسرے دن کے اجلاس میں جسکے صدر ملک راج آنند تھے "انسانیت دوست کلچر" پر بحث ہوئی - صدر نے ایک طویل تقریر میں "قدیم" کی طرف واپس جانے کی رحجانات کی مذمت کی اور کہا کہ کوئی زندہ کلچر ایسا نہیں ہوسکتا جو حاضرہ زندگی سے بے تعلق رہے - آنہوں ہندستانی تہذیب کی تاریخ کا تجزیہ کرکے بتایا کہ کس طرح اس تہذیب میں بدھ اور اشوک کے زمانہ میں انسانیت دوستی کے عنصر قوی ہوئے - آنہوں نے اکبر کی آن کوششوں کا بھی ذکر کیا جو آس نے ہندستانی آرٹ اور کلچر کو حکمرانوں کے آرٹ اور کلچر

سے ملانے کی کی تھی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس وقت ہمارے سامنے مسئلہ اس بحران کا ہے جو تہذیب اور کلچر کے متعلق پیدا ہو گیا ہے اور کہا کہ کسی نئے تہذیبی دور کے شروع ہونے سے پہلے ہمیں یہہ طے کرنا ہے کہ انسانوں کے درمیان بحیثیت انسانوں کے کیا رشتہ قایم رہے۔

ڈاکٹر علیم، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر یوسف حسین خاں اور ڈاکٹر عبدالرحمن نے بھی اس بحث میں حصہ لیا۔

تیسرے اجلاس میں "پریم چند اور انکی تصانیف" پر بہت دلچسپ تقریریں ہوئیں۔ پروفیسر احتشام حسین نے پریم چند کے ادب کا تجزیہ کر کے انکے جمہوری رجحانات کو واضح کیا اور بتایا کہ اردو کے ادیبوں میں وہی پہلے شخص تھے جنہوں نے دیہاتی آبادی کے معاشی اور سماجی مشکلات کو اپنا موضوع بنایا۔

مس رضیہ بیگم، شری گوپال راو نے بھی پریم چند کے ادب پر تقریریں کیں۔

رگھوپتی سہاے فراق سے جو اس اجلاس کے صدر تھے اور جن کے پریم چند سے شخصی طور پر گہرے تعلقات رہے تھے کہا کہ دیہاتی زندگی کی تصویریں پیش کرنے میں پریم چند سے بہتر کوئی ادیب نہ تھا۔ وہی اردو اور ہندی میں ترقی پسند ادب کی تحریک کے بانی تھے۔ دوسرے اجلاس کے بعد رات کو ایک شاندار مشاعرہ ہوا جس میں فراق، عزیز، سکندر علی وجد، شاہد صدیقی اور دوسرے شعرا نے حصہ لیا۔

تیسرے دن کے اجلاس کا موضوع "امن" تھا۔ اس اجلاس کے صدر ڈاکٹر جے سوریا نایڈو تھے انہوں نے اس فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے جس کے شعلے کوریا میں بھڑک رہے ہیں دنیا کی اقوام کو خبردار کیا کہ اگر تیسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو اسکے بعد دنیا میں نہ کوئی فاتح رہیگا اور نہ کوئی مفتوح۔ انسانیت کی تمام قدریں برباد ہو جائینگی انہوں نے کہا، عوام امن چاہتے ہیں مگر انکی حکومتیں نہیں چاہتیں۔

اس موضوع پر ملک راج آنند، ڈاکٹر علیم، کوکب دری، کلثوم حیدر علی خاں اور دوسرے شرکا نے دلچسپ تقریریں کیں۔ ڈاکٹر علیم نے کہا کہ امن قایم رکھنا ہر پارٹی اور جماعت کے لئے ضروری ہو گیا ہے اس لئے کہ اس جنگ میں سب ہی کچھہ برباد ہو جائیگا، خواہ سرمایہ داری ہو یا سوشلزم ہو یا کمیونزم ہو۔ اس وقت تمام امن پسند عناصر کو متحد ہو جانا چاہئی اور خیالات اور عقاید کے اختلافات کو الگ رکھہ دینا چاہئی۔

۱۰ تاریخ کی رات کو پریم چند کے افسانہ "شطرنج باز" کا ڈرامہ پیش کیا گیا آخر میں کانفرنس نے دو ضروری قرار دادیں منظور کیں ایک قرار داد یہہ تھی کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے پریم چند کے ادب پر ایک ہمہ گیر کتاب مرتب کرائی جائے اور لکھنے والوں کو معاوضہ دینے کے لئے دو ہزار کی رقم منظور کی گئی۔

دوسری تجویز یہہ تھی کہ پریم چند کا ایک یادگاری سالانہ انعام جسکی مقدار پانچسو روپیہ ہو سال بھر کی بہترین ادبی تصنیف پر دیا جایا کرے۔

تین دن کے اس اجتماع نے ادیبوں کے اندر یہہ احساس تو یقیناً پیدا کر دیا کہ اس وقت ہر مکتب خیال کے اہل قلم کو اپنے ادب کے ذریعہ سے امن کی حفاظت کرنے کے لئے متحد ہو جانا چاہئی بلاشبہ ایک ایسا اتحاد پریم چند کی ایک شاندار یادگار ہو سکتا ہے۔

اردو کا مستقبل

(شری پاد جوشی)

(ایک مضمون مراٹھی رسالے "نو بھارت" میں شائع ہوا تھا جو شری پاد جوشی صاحب کی ادارت میں پونا سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں خود انہیں نے کیا ہے۔ اس ترجمہ کے چند ضروری اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں)۔

.........ہندستان کی تقسیم کے بعد بڑی عجیب و غریب حالت پیدا ہوئی۔ پاکستان نے اردو کے درخت کو اپنے یہاں لے جا کر لگا تو دیا مگر اس کی جڑیں یہاں ہندستان ہی میں رہ گئیں۔ اور بھارت کے لوگوں نے ہندی کو ناگری رسم الخط میں لکھی جانے والی ہندی کو سرکاری زبان بنا کر اردو کو نیست نابود کرنے

کا بالکل سے کم دبا دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ آئین ساز اسمبلی نے سرکاری زبان والی تجویز کی ساتویں مد میں اور زبانوں کی طرح اردو کو بھی جگہ دے دی ہے لیکن وہ تو سنسکرت کی طرح صرف کاغذ پر ہی رہے گی، کیوں کہ دوسری بارہ زبانوں کے الگ الگ صوبے بن سکتے ہیں (اور اس میں شک نہیں کہ بن کر رہیں گے) لیکن سنسکرت اور اردو زبانوں کے الگ صوبے نہیں بن سکتے۔ صرف کچھ لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے ان زبانوں کو تجویز میں شامل کیا گیا ہے کیوں کہ اردو کسی بھی ایک بڑے اور یکجا علاقے کی صوبائی زبان نہیں ہے اور سنسکرت تو صرف کتابوں کی زبان رہ گئی ہے۔

اردو کے لئے ایک نقصان دہ بات یہ بھی ہو گئی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے اور اس لئے جو لوگ مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں وہ اردو سے بھی نفرت کرنے لگے ہیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ اردو لکھنے والوں میں مسلمانوں سے زیادہ نہیں تو کم سے کم اتنے ہی ہندو لیکھک بھی ہیں، بلکہ اردو کہانی، ناول اور ڈرامہ پر تو زیادہ تر ہندو مصنفوں کا قبضہ ہے پرانے زمانے کے منشی دیا نرائن نگم، منشی نول کشور، دیا شنکر کول، نسیم، منشی نہال چند، پنڈت بشن نرائن ورما، مراری لال جی، پنڈت منوہر لال زتشی، پنڈت مکند رام، پروفیسر رام چندر، لالہ شری رام دہلوی، للو لال جی، پنڈت رتن ناتھ سرشار وغیرہ ادیبوں کی بات چھوڑ دی جائے تو بھی نئے زمانے کے چک بست، عبرت، پنڈت کیفی، ڈاکٹر لکشمی دت، منشی پریم چند، پنڈت سدرشن، کرشن چندر، رامانند ساگر، اپندر ناتھ اشک، رگھوپتی سہائے فراق، مہندر ناتھ، راجیندر سنگھ بیدی، دیویندر ناتھ ستیارتھی، بلونت سنگھ، جگن ناتھ آزاد، گیان چند، پریم ناتھ پردیسی، ڈاکٹر تارا چند، کنہیا لال کپور، کرتار سنگھ، وکل مالک، راج آنند، سنت سنگھ رنبیر سنگھ بیر وغیرہ ادیب غیر مسلم ہیں۔ اس لئے دیش کی تقسیم کے ساتھ گویا اردو کے ادیبوں کی بھی تقسیم ہو گئی۔ ان غیر مسلم مصنفوں میں سے تقریباً سب کو اپنی مرضی کے خلاف مغربی پنجاب چھوڑ کر ہندستان آنا پڑا لیکن مسلم لکھنے والے عام طور پر ہندستان چھوڑ کر پاکستان نہیں گئے۔ جوش ملیح آبادی، حسرت موہانی، ساغر نظامی، کیفی، اعظمی، علی سردار جعفری، جگر مرادآبادی، مجاز، مجروح، اظہار ملیح آبادی، جمیلہ خاتون، نسیم باقر رضوی، احمد مجتبے، وامق جون پوری، اختر حسین رائے پوری، خواجہ احمد عباسی، اختر انصاری، قدوس صہبائی، شکیلہ اختر، عصمت چغتائی، صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر عابد حسین، پروفیسر مجیب، رشید احمد صدیقی، احتشام حسین، عبادت بریلوی، مولانا ابوالکلام آزاد، قاضی محمد عبدالغفار، ڈاکٹر سید اعجاز حسین، سید شمشاد احمد وغیرہ قریب قریب سبھی چوٹی کے لکھنے والے ہندستان میں رہ گئے ہیں۔ اس پر ہندستان میں اردو کا بازار سرد ہے............

..........دیش کے بٹوارے کے بعد دہلی کے "آج" اخبار کے دیوالی نمبر میں خواجہ احمد عباس نے پاکستان کے قیام سے اردو ادب کا "ستیاناس" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں۔ "آج کل ہندستان کے اتر پچھمی علاقے میں" جو خانہ جنگی ہو رہی ہے اس کے بدترین ساتھیاؤں (ادیبوں) میں اردو ادب ہے" اور اس "کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں" کہ اردو کی اشاعت کے تمام انتظام جو لاہور اور دہلی میں تھے، عملاً ختم ہو چکے ہیں۔

پلشراں کی تقریباً دس لاکھ روپے کی کتابیں نادر قیمتی کتب خانے اور پرانے مسودے ادبی رسالوں اور ماہناموں کے دفتر جل گئے۔ آگ لگانے والوں نے اندھے پن اور بے وقوفی سے کام لیا۔ دہلی میں مکتبہ جامعہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ کا کتب خانہ تھا اور جس نے مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کی تصنیفوں کے اردو ترجمے شائع کئے تھے، تباہ ہو گیا۔ لاہور میں مکتبہ اردو جس میں جدید اور ترقی پسند اردو مصنفوں، ہندو، مسلمان اور سکھ، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور عصمت چغتائی جیسوں کی کتابیں چھپتی تھیں اپنے تمام قیمتی اسٹاک سے محروم ہو گیا۔

لیکن اس مادی نقصان سے ہزار گنا زیادہ نقصان تہذیب اور تمدن کے معاملے میں ہوا

جیسا کہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں:-"پاکستان کے بن جانے سے ہندستان کی جغرافیائی سیاسی اور آرتھک (معاشی) ایکتا تباہ ہو گئی- اس کے ساتھ ہندستان کی تمدنی وحدت کی بہت سی یادگاریں بھی تباہ ہو گئیں جن میں سب سے زیادہ نمایاں یادگار اردو ادب اور اردو زبان تھی ہندوؤں کی اکثریت کے علاقے میں اردو کے خلاف جو رد عمل ہو رہا ہے وہ افسوس ناک مگر قدرتی ہے-"......

......اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ پاکستان میں اردو کا مستقبل تاریک ہو تو بھی ہندستان میں جو کہ اردو کا وطن ہے اردو کا مستقبل روشن کیوں نہ ہو؟ اصل میں ایسی ہی حالت ہونی چاہئے تھی' لیکن اکثر مسلمانوں نے اردو کو اپنی مذہبی یا فرقہ وارانہ زبان مانکر اس کو حد سے زیادہ اونچا درجہ- قومی زبان کا درجہ- دلوانے کی تمنا دل میں رکھی اور اس کی کوشش بھی پر زور طریقے سے کی- ان کی اس کوشش میں سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر تارا چند، پنڈت سندر لال، پنڈت برج نرائن دتاتریہ کیفی وغیرہ چند ہندو عالم بھی شامل تھے- لیکن ان عالموں کو ہندو اکثریت کا اعتبار کبھی حاصل نہیں ہو سکا- اردو کے مسئلے میں ان کے ساتھ عام ہندوؤں کو کبھی اتفاق نہیں ہوا- اس لئے مسلمانوں نے اردو کو جو فرقہ وارانہ رنگ دے دیا تھا وہ ان ہندوؤں کی کوشش سے نہیں دھل سکتا لیکن مسلمانوں کا اصل قصور یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اردو کو قومی زبان بنانے کی کوشش کی بلکہ ان کا اصلی قصور یہ ہے کہ انہوں نے ہر طرح سے ہندی کو دبا دینے کی، اس کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی اس بارے میں ان میں جو غلط فہمیاں جڑ پکڑے ہوئے ہیں، وہ نہیں جا سکتیں- پاکستان کی پالیسی سے ہندوؤں کے دل مسلمانوں کے خلاف بھڑکتے ہی جا رہے ہیں- اس لئے ابھی کچھ عرصے تک یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ ہندستان کے لوگ اردو کے بارے میں بے تعصبی سے سوچ سکیں گے.......

........آج ہندی سرکاری زبان تو بن گئی ہے مگر وہ ابھی تک قومی زبان نہیں بنی ہے- اس کے لئے سارے دیش سے منظوری کی مہر لگنی ضروری ہے یہ منظوری صرف قانون ساز اسمبلیوں سے حاصل ہونے سے کام نہیں چلے گا- وہ جنتا کے جیون میں دکھائی دینی چاہئے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہندی کچھ جھک کر دوسری زبانوں کو ان کا واجب درجہ دلانے میں مدد گار بنے لیکن آج تو ہندی بہت ہی مغرور ہے- اس میں یہ گھمنڈ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ سب ہندستانی زبانوں کی رانی ہے- اس لئے اس کے سرکاری زبان بننے سے پہلے دوسری زبانوں کے دل میں اس کی جو عزت اور محبت تھی وہ بھی گھٹنے لگی ہے- اگر ایسی ہی حالت بہت عرصے تک رہی تو ہندی کے خلاف بڑا زور دار محاذ بن جائیگا اور اسے راجا بھاشن کے سنگھاسن سے نیچے کھینچ کر اس کی جگہ گاندھی جی کی بتائی ہوئی ملی جلی ہندستانی کو رکھا جائے گا-

افسوس کی بات ہے ہندی روز بروز مشکل اور بوجھل ہوتی جا رہی ہے- رانی بن جانے سے اس کا جسم اس قدر موٹا ہوتا جاتا ہے کہ اس کے لئے پلنگ سے اٹھ کر بازار تک جانا مشکل ہے- آج کے ہندی اخبار' رسالے اور کتابیں ایسی بھیانک سنسکرت آمیز زبان استعمال کر رہی ہیں کہ غیر ہندی والوں کی بات تو دور رہی خود ہندی والوں کے لئے بھی وہ ایک آفت جان بن گئی ہے یہ حالت زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتی- تھوڑے ہی عرصے میں جب جنتا راج قائم ہوتے ہی' جنتا کی زبان قائم ہو گی- قومی زبان ہندی ہی کہلائے گی لیکن وہ نئی شکل و صورت میں نمودار ہو گی یہ نئی ہندی اردو سے بہت قریب ہو گی-

(نئی روشنی)

ایک شکایت

مخدومی بندہ - اسلام علیکم۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ حضرات کی کوشش بلیغ سے بیسک پرائمری اسکولوں میں اردو زبان کو جگہ مل گئی اور درسی کتب بھی منظور ہو چکیں - لیکن ڈپٹی انسپکٹران اور ڈسٹرکٹ انسپکٹران کی جانب سے ڈسٹرکٹ بورڈ اور گورنمنٹ پرائمری اسکولوں میں کوئی جنرل آرڈر وصول نہیں ہوا جسکی وجہ سے مدرسین اردو زبان میں طلبا کو داخل کرنے اور پڑھانے سے پہلو تہی کرتے ہیں -

ڈائریکٹر تعلیمات یو - پی سے مفصل جنرل آرڈر جاری کرانے کی کوشش فرمائی جاوے - تاکہ اردو زبان کی تعلیم جاری ہو جائے - اور مدرسین کوئی عذر نہ کرسکیں - فقط
مصطفے حسین سکرٹیری

مدرسہ انجمن تعلیم اسلام پورہ
ضلع اناؤ

بزم ادب اردو

اردو دان حلقہ میں یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ سینٹ زیویر کالج بمبئی کی بزم ادب اردو اپنی روایات کے مطابق مختلف تقریبات گزشتہ پانچ سال سے کر رہی ہے -

بزم ادب اردو ہر سال تقریری مقابلہ کے لئے ,,مرزا غالب انٹرکالجیٹ اردو ٹرافی" دیتی ہے - تاکہ بمبئی یونیورسٹی کا ہر اردو طالب علم فن تقریر میں مہارت حاصل کرے

"کاروان ادب" اس بزم کا واحد ترجمان ہے، جو ہر سال شائع ہوتا ہے -

اردو کی تبلیغ کی خاطر مشاعروں مذاکروں اور مباحثوں کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس بزم ادب اردو نے، بمبئی یونیورسٹی کے انٹر اور بی اے کے امتحانات میں "اردو" مضمون میں اول آنے والے طلبہ کو طلائی تمغے دینے کے لئے تقریباً دس ہزار روپئے جمع کر کے اگست ۱۹۵۰ء میں بمبئی یونیورسٹی کی خدمت میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے - بزم ادب اردو کے چیرمین کالج کے منتظمین اور پروفیسر نظام الدین - اور ایس کورسے کرا ایم اے بالخصوص قابل مبارکباد ہیں -

نیازمند - چودھری میر غیاث الدین

ناگپور

صدر بازار ناگپور مسلم جمعتہ کی عمارت میں سنیچر کو ساڑھے دس بجے شب میں زیر صدارت عالیجناب محمد عبدالرحیم صاحب زاہد پبلک ریلیشن آفیسر حکومت پاکستان بمبئی ایک شاندار یادگاری طرحی مشاعرہ ہوا خواتین کی نشستوں کا خاص اہتمام تھا - اس یادگار مشاعرے میں شہر کے زعماء معززین اور روساء بڑی تعداد میں شریک تھے -

مشاعرہ گاہ سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور بہت سے لوگ باہر بھی تھے شعرائے کرام نے اپنا طرحی کلام سنا کر سامعین کو محظوظ فرمایا -

نئی کتابیں

"محبت کے سوا" قیمت دو روپیہ ۸ آنے
[از راہی - ناشر حلقہ ادب - غازی پور -]

نئے ادب کے ایک نوجوان نقیب راہی نے اپنی اس "کہانی" کو اس پیش لفظ کے ساتھ شروع کیا ہے :- "میں نے سنا، میں نے سوچا، میں نے دیکھا، اور میں نے محسوس کیا ——— اور تب یہ کہانی بنی" راہی کا رحجان اشتراکی ہے، اور افسانہ کی حیثیت سے اس افسانہ

کا رحجان سیدھی سادی حقیقت نگاری ہے - ایک مرد اور ایک عورت کے انحاد عقاید کی یہ ایک داستان ہے' اور اخیر میں مرد جب اپنے عقاید سے منہہ پھیرتا ہے تو یہ اوراق عورت کے عقیدہ کی بلندی پر ختم ہوتے ہیں - معلوم نہیں اگر راہی کا مقصود اسکے سوا بھی کسی حقیقت کو پیش کرتا ہے - لیکن ایک ادیب کی نگارش کے لئے یہی ایک نقش کیا کم ہے - افسانہ جسقدر سادہ اور تصنع سے پاک ہے اتنا ہی دل آویز ہے - اس عورت کا مرد اپنے عقیدے کی خاطر ۲۰ سال کے لئے جیل میں جاتا ہے اور تمام انسانی کمزوریوں کے باوجود یہ ایک سال کی بیاہی ہوئی عورت اوس افتاد کو مردانہ وار برداشت کرتی ہے' لیکن بیس سال کے بعد جب وہ مرد جیل سے واپس آتا ہے تو اشتراکیت سے قطع تعلق کر کے آتا ہے - اوس رات کے آخری منظر کی راہی نے اس طرح تصویر کھینچی ہے -

"ساحر سو رہا تھا' ایک کھونٹی پر ترنگا جھولا لٹکا ہوا تھا وہ چند لمحوں تک ساحر کو دیکھتی رہی - وہ آہستہ سے "لیکن ستارے جاگ رہے ہیں" (ساحر کی بنائی ہوئی تصویر) کی طرف بڑھی' اوس نے تصویر الٹ دی اور کمرہ کا دروازہ بھیڑ کر وہ لائبریری میں چلی گئی "اب یہ پلنگ کبھی نہیں بھریگا" اوس نے کتابوں سے کہا اور ایک ایک کرکے تمام چوڑیاں توڑ ڈالیں ....وقت تیزی سے صبح کی طرف بھاگا جارہا تھا-----"

فسانہ کے درمیان میں اشترا کی تحریک کے مختلف گوشے کھولے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس تحریک کے کام کرنے والے کسطرح اپنا کام کر رہے ہیں — قطع نظر اس بحث کے کہ جو سیاسی عقاید پیش کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط' دیکھنا یہ ہے کہ راہی نے اپنے افسانہ میں جو کیریکٹر پیش کئے ہیں اور آزادی سے پہلے انگریزی راج میں اشترا کی تحریک کے جو پہلو نمایاں کئے ہیں وہ کہاں تک حقایق سے ہم آہنگ ہیں - سماج کی عام حالت کے جو شرمناک گوشے اوس نے سامنے رکھے ہیں' جن مذہبی' جنسی' اور اخلاقی کمزوریوں کو اوس نے بے پردہ کیا ہے' اوسمیں راہی کا آرٹ نظر آتا ہے - اور بلاشبہ یہ افسانہ نئے ادب کی اچھی کتابوں میں سے ایک ہے - اگر راہی کے قلم کا یہ پہلا افسانہ ہے تو ہمیں یقین ہے کہ زندگی کا ایک وسیع میدان اس نوجوان ادیب کے قلم کی نقاشی کے لئے کھلا ہوا ہے -

"آجکل" کا سالنامہ

"آج کل" کا سالنامہ پوری آب و تاب سے شائع ہو گیا ہے - چہار رنگ سرورق نہایت دیدہ زیب ہے - لال قلعہ دہلی کی موتی مسجد کی سہ رنگی تصویر اور ایک آرٹ کی سہ رنگی تصویر شامل اشاعت ہے - آٹھ صفحوں پر آرٹ کی تصویریں - دلچسپ افسانے - جوش کا بند نامہ بنام مجاز (طویل نظم) تحقیقی اور ادبی مضامین - وجد آور نظمیں اور غزلیں اس شمارے کی دلچسپیوں میں اضافہ کر رہی ہیں - قیمت صرف آٹھ آنے ہے -

ایجنٹ حضرات جس قدر زائد جلد درکار ہوں جلد منگوالیں - شائقین جلد خرید لیں - پھر شائد ایسا دلچسپ اور نایاب سالنامہ مل نہ سکے -

ملنے کا پتہ

منیجر ، پبلیکیشنز ڈویژن - اولڈ سکریٹریٹ
دہلی -

بہ اہتمام عزیز حسین عزیز منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا.